افادات مولانا عبدالحلیم صاحب مردانی۔ صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ
ضبط وترتیب۔ حافظ محمد ابراہیم فانی

بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح

تعلیمی سال کے اختتام پر بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح شیخ الحدیث التفسیر مولانا عبدالحلیم صاحب مردانی نے فرمائی موصوف کئی سالوں سے دارالعلوم میں بخاری شریف جلد ثانی پڑھا رہے ہیں۔ جلد ثانی کے اختتام پر مورخہ ۶ مئی ۱۹۸۲ء کو دارالحدیث ہال میں ان کا یہ درس نذر قارئین ہے (محمد ابراہیم فانی)

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له۔ ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً اسيد الاولين والاخرين سيد الانبياء والمرسلين عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين۔ اما بعد!

وبالسند المتصل الى امير المومنين في الحديث ابي عبد الله محمد بن اسمٰعيل بن ابراهيم بن مغيرة بن بردزبه قال باب قول الله عز وجل ونضع الموازين القسط ليوم القيامة وان اعمال بني آدم وقولهم توزن۔ وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومية ويقال القسط مصدر المقسط وهو العادل واما القاسط فهو الجائر۔

حدثنا احمد بن اشكاب قال حدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن قعقاع عن ابي زرعة عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم كلمتان حبيبتان الى الرحمٰن خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔

حدیث شریف کے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں آٹھ ابحاث ہیں۔ بحث اول بیان ربط ہے۔ آخر کتاب کا اول کے ساتھ یعنی ربط خاتمہ فاتحہ کے ساتھ کہ فاتحہ اور خاتمہ کے درمیان کونسی مناسبت ہے۔ ان دونوں کے مابین کیا ارتباط ہے۔ تو فاتحہ میں بیان بدء کیفیت وحی ہے۔ اور ساتھ ساتھ انما الاعمال بالنیات ذکر کیا ہے۔ اور خاتمہ میں یہ حدیث مذکورہ ہے۔ کہ بنی آدم کے اعمال و اقوال تولے جائیں گے۔ اور اس طرح اس بحث میں بیان مناسبت ہے۔ اس باب کا کتاب کے ساتھ جو کہ کتاب الرّدّ علی الجھمیہ التوحید ہے۔ تو یہ حدیث اس کتاب کے ذیل میں امام بخاری رحمۃ اللہ نے لایا ہے۔ اس باب اور کتاب کے مابین کونسی مناسبت ہے۔ اور اسی طرح باب مذکورہ کا ارتباط ابواب سابقہ کے ساتھ باب قرأۃ الفاجر والمنافق واصواتہم وتلاوتہم لایجاوز حناجرہم۔

تو بحث اول میں انہی مناسبات اور ارتباطات کا ذکر ہوگا۔

۱۔ مناسبت خاتمہ فاتحہ کے ساتھ۔ ۲۔ مناسبت باب مذکورہ کتاب الرّدّ علی الجھمیہ کے ساتھ۔ ۳۔ اس باب کا ربط ابواب سابقہ کے ساتھ۔

دوسری بحث اس حدیث سے من حیث العربیہ۔ تیسری بحث من حیث اللغۃ یعنی مشکل لغات سے بحث۔ اس دوسری اور تیسری بحث میں لغت اور ترکیب کے لحاظ سے بیان ہوگا۔ چوتھی بحث ہے رجال سند کے بیان میں۔ اس میں حدیث کے راویوں کا بیان ہوگا۔ پانچویں بحث حدیث باب سے من حیث علم الحدیث۔ چھٹی بحث حدیث باب سے باعتبار علم الکلام۔ ساتویں بحث حدیث باب سے باعتبار تصوف وعرفان۔ آٹھویں بحث امور متعلقہ بالمیزان۔ تو یہ آٹھ ابحاث ہیں۔ ترتیب وار ان کا بیان ہوگا۔

بحث۔ ربط خاتمہ فاتحہ کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فاتحہ کتاب میں دو امر ذکر کی ہیں۔ امر اول بیان کیفیت وحی۔ امر ثانی۔ انما الاعمال بالنیات یعنی مناط اور مدار مقبولیت اللہ کے ہاں نیات ہیں۔ امر اول میں اشارہ ہے اس بات کا کہ حیات انسانی کی تشکیل یہ وحی کے ساتھ منوط اور متعلق ہے۔ جو کہ بواسطہ رسل من جانب اللہ پیغام ہے بندوں کو۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس تمام عالم کا جس کا ایک جزء انسان ہے خالق و مالک اور رب ہے۔ انسان کی حیثیت عبد مملوک مخلوق اور مربوب کی ہے۔ عبد کا فریضہ رضائے مالک کے مطابق کام اور خدمت کرنا ہے۔ اب حیات انسانی کے مختلف شعب اور مختلف زاویے ہیں۔ عقائد و عبادات ہیں معاملات و معاشرات ہیں۔ اخلاقیات و عقوبات ہیں۔ جن کے مجموعے کا خلاصہ سیاست ملّی اور سیاست ملکی ہے اسی کا نام دین ہے اور یہ تمام شعب متعلق ہیں۔ وحی من جانب اللہ کے ساتھ۔

ضرورت وحی اور ضرورت رسل انسان کو اللہ تعالیٰ کی مرضی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے۔ کہ عقائد میں رضائے مولا کیا ہے؟ عبادات و معاملات بھی اللہ کی مرضی کے مطابق نبھانے ہوں گے۔ اسی طرح باقی اجزاء میں رضا سے

رب کو دیکھنا ہو گا۔ اور رضائے الٰہی معلوم کرنا بغیر اعلام من اللہ کے ناممکن ہے۔ اس اعلام بالشرائع کو وحی کہتے ہیں۔ اس مختصر بات سے ضرورت وحی بھی ثابت ہوئی۔ لیکن وحی سے ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا اور نہ ہر شخص کے روگ کا یہ کام ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اللہ تعالیٰ اس (عظیم الشان بوجھ) کے برداشت کے لئے اور وحی سے استفادہ کے لئے خاص بندگان پیدا کرتے ہیں جن کی تربیت خداوند قدوس خود فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کو ارشاد ہے کہ واصطنعتک لنفسی اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے۔

اس سے ضرورت رسالت اور ضرورت رسل ثابت ہوئی۔ اس قسم کے پاک باز اشخاص اور قدسی نفوس اللہ تعالیٰ سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور بندگان خدا کو افادہ دیتے ہیں۔ اس رسالت اور واسطے کو خدائی کو ضرورت نہیں بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ کیونکہ ہم براہ راست اللہ تعالیٰ سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ میں کمال تجرد ہے اور ہم مادی محض ہیں۔

بطور مثال جیسا کہ آپ جسم طبعی کو دیکھتے ہیں۔ انسانی بدن گوشت اور ہڈی دونوں سے مرکب ہے۔ ہڈی میں انتہائی درجہ صلابت اور سختی ہے۔ جب کہ گوشت نہایت نرم ہے سختی اور نرمی دونوں کے درمیان تضاد اور باہم دگر تباین ہے۔ ایک دوسرے سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اگر ان کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو تو پھر یا تو ہڈی بغیر غذا کے رہ جائے گی اور گوشت بیکار ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو دونوں کی نشوونما تناسب سے منظور ہے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان عضروف پیدا کر دئے۔ جو گوشت سے سخت اور ہڈی سے نرم ہے۔ اس کا دونوں کے ساتھ یعنی عظم و لحم کے ساتھ معتدل تناسب ہے جو دونوں کے لئے قابل برداشت ہے۔ اور اسی کے ذریعہ دونوں کے درمیان سلسلہ ربط جاری ہے۔

یہی حال بندوں کا ہے اللہ تعالیٰ شانہ نے ایسے ذوات پیدا کئے۔ جو انبیاء اور برگزیدہ رسل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ و اخذ کرتے ہیں۔ اور مخلوق خدا کو پہنچاتے ہیں پس امر اول میں اشارہ ہے اس امر کا کہ تشکیل حیات انسانی منوط اور موقوف ہے وحی پر۔ تو وحی و اعلام کو ضرورت پیش آئی۔ اور وحی کا نزول پیغمبر پر ہوتا ہے۔ تو اس سے احتیاج الی الرسل بھی ثابت ہوئی۔

عقل رہنمائی میں مستقل نہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو جوہر عقل سے سرفراز فرمایا ہے لیکن ان شعب حیات انسانی میں عقل رہنمائی میں مستقل نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ وحی الٰہی کا نزول پیغمبر پر ہوتا ہے تو اس سے احتیاج الی الرسل بھی ثابت ہوا۔

عقل رہنمائی میں مستقل نہیں | اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو جوہر عقل سے سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن ان شعب حیاتِ انسانی میں عقل رہنمائی میں مستقل نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ وحی الٰہی کا نور شامل حال نہ ہو۔ یہ قاعدہ کیفیت بدؤ وحی سے حاصل ہوا۔

امر ثانی جو کہ انما الاعمال بالنیات ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کا۔ کہ حیاتِ انسانی کے جتنے بھی شعب ہیں اس کے صرف ظاہری شکل پر آثار مرتب نہیں ہوتے۔ جب تک اس میں روح نہ ہو۔ تم کاغذ یا دیوار پر گھوڑے کا نقشہ اور تصویر کھینچو۔ تو اس پر کیا؟ نہ تم اس پر سوار ہو سکتے ہو۔ نہ تم اس پر گھر پہنچ سکتے ہو نہ بوجھ لاد سکتے ہو۔ نہ تانگہ کھینچ سکتے ہو۔ اس لئے کہ اس میں روح موجود نہیں۔ تو اسی طرح جب ان اعمال میں روح موجود نہ ہو۔ اس پر آثار مرتب نہیں ہو سکتے۔ اور اعمال کی روح اخلاص اور نیتِ خالص لوجہ اللہ ہے۔ تو وہ انما الاعمال بالنیات میں بیان فرمایا۔ ابتداء کتاب سے لے کر یہاں تک دو جلدیں بخاری شریف کی ختم ہوئیں۔ شعب حیات انسانی کی تشکیل ہوئی۔ اور اس کے روح کا بھی بیان ہوا۔

حدیث باب اور کتاب التوحید کے درمیان ربط | کتاب الرد علی الجھمیہ یعنی کتاب التوحید یہ موضوع ہے برائے بیان توحید اور حدیث باب موضوع ہے برائے تنزیہہ و تقدیس کہ اللہ تعالیٰ تمام نقائص سے پاک اور مبرّا ہے۔ اور تمام صفاتِ کمال کے لئے جامع ہے۔

سبحان اللہ سے اول معنی حاصل ہوا۔ یعنی پاک ہے پروردگار عالم تمام ان نقائص سے جو منافی ہیں الوہیت و ربوبیت کے۔ اور جامع ہے ان صفات کمال کے لئے جو ملائم اور مناسب ہیں۔ ربوبیت و الوہیت کے ساتھ۔ یہ معنی بحمدہ سے حاصل ہوا اور سبحان اللہ العظیم میں عظمت افعال کی طرف اشارہ ہے۔

صفات سلبی و ثبوتی | تو سبحان اللہ سے صفاتِ سلبیہ کی طرف اشارہ ہے اور بحمدہ سے صفاتِ ثبوتیہ کو اور تیسرے جملہ (سبحان اللہ العظیم) سے صفاتِ افعال کو۔ ان تمام کمالات میں خداوند قدوس متفرد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہی توحید ہے۔

حدیث باب کی مناسبت ابواب سابقہ کے ساتھ | ابواب سابقہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ افعال عباد جو کہ کتابت و تلاوت اور قرأت ہیں۔ یہ تمام حادث اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان کو وزن کئے جائیں گے یہ وارد ہیں اس قرآن پر جو کلام نفسی قدیم ہے تو وارد حادث ہے اور مورد قدیم۔

امام بخاریؒ پر ایک شبہ کا ازالہ | امام بخاری نے فرمایا ہے کہ لفظی بالقرآن حادث۔ اس سے ان پر شبہ وارد ہوتا تھا کہ قرآن تو قدیم ہے۔ آپ نے کس طرح اور کیوں اس پر حادث کا اطلاق کیا تو حدیث باب سے اس شبہ کا ازالہ فرمایا اور ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت بھی ظاہر فرمائی۔

بحث من حیث العربیہ اور بحث من حیث اللغۃ | فرماتے ہیں۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیامہ
لفظ قِسط اور قَسط (بالفتح والکسر) قِسط کسرہ کے ساتھ عدل کو کہتے ہیں۔ انصاف کو کہتے ہیں۔ اور قَسط فتح کے ساتھ جور وظلم کو کہتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ ربانی ہے۔

واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا۔ اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے جہنم کے ایندھن۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ جو امام لغات القرآن ہیں۔ کہ قسط حظ نصیب اور حصہ کو کہتے ہیں۔ قاسط اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے شخص کو اپنا حصہ نہیں دیتا۔ تو یہ جور ہے۔ اور مقسط وہ شخص ہے جو دوسرے کو اپنا حصہ دیتا ہے۔ تو یہ عدل اور انصاف ہے۔ اور یہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ القسط مصدر المقسط اس پہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ مقسط تو بابِ افعال ہے مصدر اس کا اقساط ہے۔ نہ کہ قسط۔ تو اس کی توجیہہ آسان ہے۔ یہاں پر عبارت میں حذفِ مضاف ہے یعنی القسط مصدر مُصدر المقسط ہے۔ مقسط کا مصدر اقساط اور اقساط کا مبداء مصدر قسط ہے۔ جب قسط کو جور کے معنی پر لیا جائے۔ تو پھر ہمزہ اقساط میں برائے سلب آئے گی۔ اندریں صورت سلب جور انصاف اور عدل

ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ۔ یہاں پر القسط منصوب ہے۔ تو اگر اس کو ہم صفت مان لیں موازین کے لئے۔ تو اس پر سوال وارد ہوتا ہے۔ کہ صفت اور موصوف کے درمیان مطابقت اور موافقت ضروری ہے یہاں پر صفت اور موصوف کے مابین موافقت نہیں۔ کیونکہ القسط مفرد ہے اور موازین جمع ہے۔ تو اس کے مختلف جوابات ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ قسط مصدر ہے اس کی جمعیت کو ضرورت نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عبارت حذفِ مضاف کے ساتھ ہے۔ تقدیرِ عبارت کچھ یوں ہے۔ ونضع الموازین لاجل القسط۔ اور لاجل القسط متعلق ہے۔ نضع کے ساتھ علت ہے نضع کے لئے۔

ایک اشکال اور تفسیر میں امام بخاریؒ کی عادت | اس کے بعد فرماتے ہیں قال مجاہد القسطاس العدل۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قسطاس کا ذکر کس مناسبت سے یہاں کیا گیا ہے۔ حدیثِ باب میں تو قسطاس کا ذکر نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے کیونکر القسطاس العدل فرمایا۔ لیکن کتاب التفسیر میں آپ امام بخاری کی عادت سے واقف ہو گئے ہوں گے۔ کہ ایک لفظ کسی آیت یا نظم یا سورت میں آیا ہو۔ تو امام بخاری اس دوسرے لفظ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ قسطاس قسط کے ساتھ مادہ میں شریک ہے ق س ط۔ اسی مناسبت سے قسطاس کے معنی کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں غیر عربی لغات کے بارے میں علماء کی آراء | قسطاس رومی لفظ ہے جس کے معنی عدل و انصاف کے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وزنوا بالقسطاس المستقیم۔ اور تولو سیدھی ترازو سے۔

یہاں سے دوسری بحث کا آغاز ہوتا ہے کہ قسطاس تو لفظ رومی ہے۔ اور قرآن پاک متصف ہے عربیت کے ساتھ۔ انا انزلناہ قرآناً عربیاً الآیہ ہم نے اسے اتارا ہے قرآن عربی زبان کا۔

تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں لفظ رومی کیسے آیا؟ اس بحث میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم الٓم سے لے کر والناس تک اس میں سوائے عربی کے دوسرا کوئی لفظ نہیں۔ تمام عربی الفاظ ہیں جن الفاظ کے متعلق یہ توہم ہوتا ہے۔ کہ وہ غیر عربی ہیں۔ رومی وغیرہ تو وہ الفاظ غیر عربی نہیں بلکہ عربی ہیں۔ البتہ یہ توارد لغات ہے۔ جس طرح کہ توارد اسامی۔ ایک شخص اپنے بیٹے کے لئے زید نام رکھتا ہے اسی طرح دوسرا شخص اپنے بیٹے کے لئے زید نام رکھتا ہے۔ یا یں طور تیسرا شخص۔ ہر ایک دوسرے کے بارے میں معلوم نہیں۔ کہ یہ نام فلاں کے بیٹے کا بھی ہے۔ اسی طرح یہاں یہ لفظ عربی میں بھی مستعمل ہے۔ رومی میں بھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن پاک میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں۔ لیکن بعد التعریب۔ یعنی یہ الفاظ غیر عربی تھے پھر اس کو عربی میں منتقل کر دیئے گئے۔ عربی کو منتقل ہونے کے بعد ہم اس کو عجمی نہیں کہہ سکتے جس طرح مشکوٰۃ۔ قسطاس۔ سجیل وغیرہ

تیسرا قول یہ ہے کہ قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں بغیر تعریب کے۔ یعنی بغیر عربی زبان کو منتقل ہونے اس میں غیر عربی الفاظ مستعمل ہیں۔ اور یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ قرآن حکیم تو متصف ہے عربیت کے ساتھ۔ جب اس میں عجمی الفاظ آئے تو یہ کس طرح عربی ہوا۔ تو اس کے دو توجیہ ہیں۔

اول توجیہہ تو یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر الفاظ کے قرآن کریم اکثر لغات عربی ہیں۔ تین یا چار غیر عربی لغات اس میں آئے تو یہ عربیت قرآن کے لئے قادح نہیں۔ دوسری توجیہہ یہ ہے کہ یہ عربی ہے باعتبار اسلوب کے یعنی قرآن کریم کا اسلوب عربی ہے اگر الفاظ اس میں غیر عربی آجائیں تو یہ عربیت قرآن کے ساتھ منافی نہیں۔

موازین کی تحقیق اور علماء کے اقوال | موازین میں دو اقوال ہیں۔ مشہور قول تو یہ ہے کہ موازین جمع ہے میزان کا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ جمع ہے موزون کا جس طرح مشاہیر جمع ہے مشہور کا۔

موازین کی جمعیت میں آراء مختلفہ | اب یہاں موازین جمع کیوں لایا۔ آیا میزان کے افراد متعدد ہیں۔ یا کیا وجہ ہے؟ تو اس بارے میں بھی تین آراء ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے علیحدہ علیحدہ میزان ہے۔ تو موازین متعدد ہو گئے۔ بعض فرماتے ہیں۔ باعتبار تعدد اعمال کے اور بعض کے نزدیک چونکہ عمّال اور اشخاص مختلف ہیں عاملین متعدد ہیں تو باعتبار عاملین موازین جمع لایا ہے۔ عبارت یہاں مقدر ہوگا۔ ونضع الموازین لحساب یوم القیامۃ۔ اور مراد میزان سے بنا بر قول راجح و مشہور یہی آلہ جسمانی ہے۔ کیفیت اس کی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور معتزلہ کے نزدیک مراد اس سے فیصلۂ عدل ہے۔ اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

آگے فرماتے ہیں۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن الخ یہاں پر چار خبر مقدم ہیں۔ اور مبتدا موخر ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ

سبحان اللہ العظیم۔ یہ مجموعہ مبتدا موخر ہے اور اخبار مقدم ہیں۔ کلمتان بمعنی کلامان۔ یہ پہلی خبر حبیبتان الی الرحمٰن یہ دوسری خبر خفیفتان علی اللسان یہ تیسری اور ثقیلتان فی المیزان یہ چوتھی خبر ہے۔

فائدہ تقدیم | تو یہ چار اخبار مقدم ہیں مبتدا پر کہ سبحان اللہ وبحمدہ باعتبار ہذا القول فائدہ حصر تشویق ترغیب اور تحریض ہے۔ دو کلمات ہیں حبیبتان الی الرحمٰن۔ دل میں شوق جذبہ اور رغبت پیدا ہوا۔ وہ کونسے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ خفیفتان اور شوق بڑھ گیا ثقیلتان فی المیزان۔ دل میں اور رغبت پیدا ہوا تو تحریض بمعنی برانگیختہ کرنا ترغیب رغبت پیدا کرنا تشویق شوق بڑھانا۔ یہ تقدیم کا فائدہ ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے۔ اس کا شوق اس کے سننے اور یاد کرنے کو پیدا ہو جائے۔ کہ وہ کلمات کونسے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

سبحان اللہ۔ سبحان مصدر ہے اس کے لئے فعل محذوف ہے۔ اُسبّح سبحان اللہ۔ وبحمدہ اس میں ایک توجیہ یہ ہے کہ واو حالیہ ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے اُسبّح اللہ تسبیحًا متلبسًا بالحمد یا واو عاطفہ ہے تو پھر فعل کو مقدر کرنا پڑے گا۔ اسبّح واتلبّس بالحمد یا تقدیر فعل از مصدر ثنا رلاؤ گے تو عبارت یوں ہوگی۔ واُثنی علی اللہ بحمدہ۔

آگے فرماتے ہیں سبحان اللہ العظیم تسبیح، تقدیس اور تنزیہہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام شوائب نقصان سے پاک ہے تمام شوائب نقصان اس جملہ میں آئے۔ سبحان اللہ وبحمدہ تمام محامد صرف اللہ کے لئے ثابت ہیں۔ اس میں منحصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی اور کا حمد ہوتا ہے تو وہ بالواسطہ اور مجازاً ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حمد کے لئے احسان صفت کمال اور نعمت ضروری ہے اور اللہ کے پاس کمال کا خزانہ ہے۔ احسانات اور نعمات کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ باقی کسی کے پاس بھی نہیں۔ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ تو صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ دونوں اللہ کے لئے ثابت ہوئے۔ سبحان اللہ العظیم اللہ پاک عظیم الافعال ہیں۔

بحث باعتبار سند اور بحث باعتبار علم الحدیث | اس حدیث میں یہ جو سند آئی ہے۔ حدثنا احمد بن اشکاب الخ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ تمام رواۃ سوائے صحابی کے کوفیین کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ خواہ وہ ابتداءً کا کوفی تھے یا کوفہ کو منتقل ہو گئے تھے۔ سوائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ وہ صحابی اور مدنی ہیں۔

مغالطہ اور اس کا ازالہ | احمد بن اشکاب۔ یہ اشکاب لقب ہے احمد کے والد کا۔ اس کا اصل نام یا معمر ہے یا مجمع۔ اس اشکاب لقب پر تین افراد ملقب ہیں۔ احمد بن اشکاب۔ علی بن اشکاب اور محمد بن اشکاب۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بظاہر اس سے یہ توہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ تینوں ایک ہی والد یعنی اشکاب کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ ان میں کسی قسم کا اشتراک نہیں۔ ایک کا گاؤں علیحدہ۔ دوسرے کا وطن جدا اور تیسرے کا علاقہ کوئی اور۔ صرف اشکاب کے لفظ میں اشتراک آیا ہے۔ ایسا نہیں کہ اشکاب ان کا والد ہے۔ اور ان تینوں کے درمیان اخوت ہے۔

ابو زرعہ - یہ ابو زرع سے روایت کرتے ہیں - ابو زرعہ تین آدمیوں کی کنیت ہے۔ تین راویوں کا کنیہ ابو زرع ہے۔ حرم بن عمر بن جریر بن عبد اللہ البجلی مدنی اس کو ابو زرع کہتے ہیں۔ دوسرا ابو زرع دمشقی ہے اس کا نام عبد الرحمن ہے۔ تیسرا ابو زرع رازی ہے۔ اس کا نام عبید اللہ بن عبد الکریم ہے۔ یہاں پر ابو زرعہ سے پہلا یعنی حرم بن عمرو بن جریر بن عبد اللہ البجلی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو تین جگہ بخاری شریف میں ذکر کیا ہے۔ کتاب الایمان والنذور، کتاب الدعوات میں اور تیسرا اس مقام پر۔ یہ حدیث سوائے ابو داؤد کے تمام صحاح ستہ نے ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ حدیث غریب حسن صحیح۔ غریب بایں اعتبار کہ صحابی سے لے کر نیچے راوی تک ہر ایک اپنے شیخ میں منفرد ہے۔ ابو زرع ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہیں۔

عمارہ بن قعقاع تنہا ابو زرع سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن فضیل اور اسی طرح احمد بن اشکاب۔ اس وجہ سے چونکہ ہر طبقہ میں راوی منفرد ہے۔ اپنے شیخ میں اس لئے اس کو غریب کہا۔ تو یہ حدیث اس کتاب میں تین جگہ لایا ہے

بحث اس حدیث سے باعتبار علم الکلام | اس سے ثابت ہوا کہ وزن اعمال حق ہے۔ اب وزن کے لئے وازن موزون اور موزون بہ چاہیے اور اس طرح اعمال۔ آیا اعمال اسی ہیئت کذائی پر جب کہ یہ اعراض ہوں۔ وزن کئے جائیں گے یا مجسم کئے جائیں گے۔ یا اعمالنامے تولے جائیں گے۔

اعمال کس طرح وزن کئے جائیں گے | اس میں تین اقوال ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اعمال تو اعراض ہیں۔ ان کو کس طرح وزن کریں گے۔ اب ان کے دماغ صحیح ہو گئے ہوں گے۔ پرانے زمانے میں تو اعراض کی نمائش نہیں کی جاسکتی تھی اب ایک معمولی ڈاکٹر آتا ہے وہ زبان کے نیچے تھرمامیٹر رکھتا ہے اور حرارت کی پیمائش کرتا ہے کہ اتنے درجے حرارت ہے تو اس قسم کے سوالات آج کل بے ہودہ ہو چکے ہیں۔ آج کل لوگوں نے سورج کی شعاعیں وزن کر لی ہیں۔ کہتے ہیں کہ سورج کی بجلی ۸۰ ۴۴ من ہے اور تمام دنیا میں یہ جو بجلی پھیلی ہے اور جس پر کارخانے چلتے ہیں اور جس پر کاروبار حیات چالو ہے اس کا وزن سوا چھٹانک ہے۔ یہاں سے سورج نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ وہاں سے ہم تک یہ جو روشنی پہنچ جاتی ہے اس کی اتنی تپش اور روشنی ہے کہ تمام کائنات اس سے منور ہے۔ حالاں کہ کچھ تو راستے میں ضائع ہو جاتی ہے اور ہر شخص کو اس کی گرمی پہنچتی ہے۔ بہر حال اب تو اس قسم کے آلات پیدا ہو گئے ہیں کہ اعراض کو بآسانی ناپتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ اعمال مجسم کئے جائیں گے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اعمال نامے یعنی یہ اوراق تولے جائیں گے۔

بحث متعلقہ بالمیزان | میزان سے کیا مراد ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ میزان سے مراد عدل اور انصاف ہے۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ نہیں یہی آلہ وزن ہے۔ مختلف اشیاء کے مختلف میزان ہیں۔ سونے کا علیحدہ۔ دکاندار کے

پاس علیحدہ سٹیشن میں سامان تولنے کا میزان علیحدہ۔ یہ تمام میزان کے اقسام ہیں۔ اس میزان کی کیفیت اللہ کو معلوم ہے۔ کیونکہ یہ عالم آخرت سے متعلق ہیں۔ بہرحال میزان سے یہی جسمانی میزان مراد ہے۔

وازن کے بارے میں اقوال | رہ گئی یہ بات کہ اس کا وزن کون ہوگا۔ تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وازن خود اللہ تعالیٰ ہی ہوں گے۔ کیونکہ آیت میں ونضع صیغہ متکلم لایا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ملک الموت وازن ہوگا۔ کیونکہ لوگوں کو ملک الموت جمع کرتا ہے۔ ان کے ارواح قبض کرتا ہے تو بس یہی عزرائیل وزن کے لئے موزوں ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ وازن جبرئیل امین ہوگا۔ کیونکہ قانون تو اس نے لایا تھا۔ اعمال اس کے موافق ہوں گے یا ناموافق۔ چوتھا قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام وازن ہوں گے۔ امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اقوال صحیح ہیں۔ اور تمام کو اس میں دخل ہے۔ اللہ یا خود وازن ہوگا یا عزرائیل کہ اس نے ان کے ارواح قبض کئے ہیں۔ یا جبرئیل امین کہ اس نے قانون لایا ہے۔ دیکھنا ہے کہ کس نے قانون کی پابندی یا خلاف ورزی کی ہے یا آدم علیہ السلام جو ابوالبشر ہیں۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ ظلم تو کسی کے ساتھ نہیں ہو رہا۔ شفقت پدری کی وجہ سے تو اس کو بھی اس میں دخل ہے۔

موزون لہ میں اختلاف | وہ کون سے اعمال اور کن لوگوں کے ہوں گے جو تولے جائیں گے۔ امام بخاریؒ کے قول سے ثابت ہوا کہ ان اعمال بنی آدم وقولہم یوزن۔ تو بنی آدم ذکر کیا۔ اس میں پیغمبر بھی آئے۔ کافر بھی آئے شہداء اور اولیاء بھی آئے معصومین محفوظین تمام چھوٹے بڑے اس میں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ کہ معصومین اور پیغمبر اس سے مستثنیٰ ہیں۔ تیسرا قول یہ کہ کفار کا عمل کے ساتھ کیا کام۔ ان کے پاس تو حسنات ہے نہیں تاکہ ایک پلڑا میں حسنات اور دوسرے میں سیآت رکھے جائیں۔ تو وازن و موزون اور میزان تمام معلوم ہوئے۔

آخری بحث من حیث العرفان والتصوف | اس حدیث سے آپ کو یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ کے لئے صفات ہیں سلبی۔ یعنی نقائص سے منزہ ہے اور ثبوتی یعنی صفات کمال کے لئے جامع ہے۔ افعال اس کے افعال خیر ہیں۔ کامل افعال ہیں۔ ہم کو اس میں یہ سبق دیا گیا کہ تخلقوا باخلاق اللہ۔ اپنے آپ سے نقائص دور کریں۔ جو انسانیت کے منافی ہیں۔ کمال انسانیت کے لئے جو صفات مقتضی ہیں۔ وہ اپنے آپ میں پیدا کریں۔ جو کہ علم ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ اپنے افعال نیک کریں۔ صفات کاملہ اپنے آپ میں پیدا کریں۔ نیک کردار نیک گفتار و نیک اطوار بنیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دعا | امام بخاری دوسرے ائمہ محدثین اور شراح نے نہایت عرق ریزی سے حضورؐ کے زرین اقوال ہم تک پہنچائے ہیں اللہ ان کا مسکن جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ اور تمام وہ طلبہ جو اس درس میں شریک ہیں یا پہلے شریک ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان کو فہم و علم تبلیغ و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین